دار الافتاء جامعہ مدنیہ لاہور

مُدرّس و نائب مُفتی و فاضل جامعہ مدنیہ

سوال : حال ہی میں لاہور میں کم از کم مڈل پاس لڑکیوں کی عربی دینی تعلیم کے لیے ایک مدرسہ قائم کیا گیا ہے۔ اب اس مدرسہ میں عورتوں کو عربی زبان سکھانے کا ایک کورس شروع کیا گیا ہے یہ کورس چھ ماہ چلے گا۔ لاہور کے مختلف علاقوں سے اس کورس میں شرکت کے لیے عورتیں آتی ہیں۔ کچھ علاقوں کی طالبات کے لیے سواری کا بندوبست کیا گیا ہے جبکہ دیگر علاقوں سے آنے والیوں کو کہا گیا ہے کہ وہ آنے جانے کا اپنا بندوبست کریں۔ اس کورس سے غرض یہ ہے کہ تبلیغی جماعت میں جو عرب عورتیں آتی ہیں اُن کی ترجمانی کے لیے عربی جاننے والی عورتوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ میں اپنی اہلیہ کو گھر پر عربی سکھا رہا ہوں، لیکن کچھ لوگوں کی جانب سے مجھ سے بھی یہ مطالبہ کیا جا رہا ہے کہ میں بھی اپنی اہلیہ کو اس کورس میں شرکت کے لیے بھیجوں۔ کیا میں اپنی اہلیہ کو اس کورس میں شرکت کی اجازت دے دوں؟ اس میں شرعاً کوئی قباحت تو نہیں؟

الجواب باسم ملہم الصواب حامداً و مصلیاً۔

ہمارے ہاں لڑکیوں کے درسِ نظامی کے کچھ مدارس ایک عرصہ سے چلے آ رہے تھے، لیکن اب کچھ مدّت سے لڑکیوں کے ان مدارس کو نئی تحریک و ترغیب ملی ہے، اور جا بجا یہ مدارس کھُلنے لگے ہیں۔

لڑکیوں اور عورتوں کی دینی تعلیم کے نص اور عقل دونوں کے اعتبار سے ضروری ہونے میں کسی قسم کا شک و شُبہ نہیں ہے۔ حدیث میں بھی آتا ہے۔ طلب العلم فریضة علی

کل مسلمۃ یعنی (ضرورت کا دینی) علم حاصل کرنا ہر مُسلمان پر فرض ہے اور اگرچہ کُلِّ مُسلِم میں مسلمان عورت بھی شامل ہے لیکن ایک روایت میں "مُسْلِمَةٍ" کا اضافہ بھی آیا ہے جس سے اس کی اور تاکید معلوم ہوئی۔

پھر طلب علم کے مختلف درجات ہیں اور مُسلمان عورت کے لیے اُن کو حاصل کرنے پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ جس درجے تک اسکو جائز اسباب ووسائل مہیّا ہوں وہ علم حاصل کرسکتی ہے۔

چھوٹی بچیّوں کے لیے چونکہ پردے اور حجاب کی پابندیاں نہیں ہیں، لہٰذا اُن کے لیے قرآنِ پاک کے اور ابتدائی دینی تعلیم کے مدارس کا ہونا قابلِ فہم ہے۔

لیکن بڑی بچّیاں جو کہ بالغ یا مراھق (قریب البلوغ) ہوں اُن کیلئے اور عورتوں کے لیے درسِ نظامی کے مدارس کا قیام خواہ وہ کل وقتی یعنی اقامتی ہوں یا ان میں جز وقتی تعلیم ہوتی ہو محل نظر ہے۔

یہ بات مسلم ہے کہ عورتوں کے لیے بلاضرورتِ شدیدہ گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے اُن کی دینی ضروریات کو پُورا کرنا، اُن کے مردوں کے ذمّے ہے۔ عورتوں کی ضرورت کا کوئی مسئلہ ہو اُن کے مردوں کو چاہیے کہ وہ خود اس کا حل اور جواب معلوم کر کے عورتوں کو بتائیں، البتّہ اگر اُن کے مرد اُن کی اس ضرورت سے لاپروا ہی برتیں تو عورتیں ضرورت کا وہ مسئلہ معلوم کرنے کے لیے خود نکل سکتی ہیں۔

یہ صحیح ہے کہ ہمارے دَور میں عورتوں کا بِلاضرورت گھروں سے باہر نکلنا ایک عام رَواج بن چکا ہے لیکن جو نکلنا دنیوی کاموں کے لیے ہو اس کی بُرائی کا ایک احساس خود بہت سی نکلنے والیوں کو ہوتا ہے یا اُن کو یہ احساس بآسانی دلایا جاسکتا ہے، لیکن اگر یہی نکلنا دین کے نام پر ہو تو دِل میں اُس کی عزیمت اور فضیلت بیٹھ جانے کے بعد پھر کیوں کر اُس کو مکروہ اور غلط سمجھا جاسکے گا۔

درسِ نظامی کی تعلیم کے لیے لڑکیوں اور عورتوں کا نکلنا ضرورتِ شدیدہ میں نہیں آتا، کیونکہ بہرحال اُمّت میں اس بات کا اہتمام کیا جاتا رہا ہے کہ فرضِ کفایہ کے درجے کا جو علم مرد اس کو حاصل کرتے ہیں اور کسی بھی زمانے میں یہ خیال نہیں کیا گیا کہ عورتوں کی دینی ضرورت فقط عالم عورتوں سے پُوری کی جائے اور نتیجتًا عالمات کی کھیپ تیّار کی جائے۔

بڑی لڑکیوں کے مدارس میں دل چسپی لینے والے ان مدارس سے حاصل ہونے والے فوائد ہی کو دلیل جواز بناتے ہیں لیکن ہمیں ایسے مدارس کے قیام کے جواز کی کوئی دلیل نہ ملی بلکہ عدم جواز کے مرجحات

بہت سے نظر آئے ۔

جز وقتی مدارس اور اُن کے مفاسد

جز وقتی مدارس سے ہماری مراد وہ مدارس ہیں جہاں لڑکیاں پڑھائی کے لیے روزانہ جاتی ہیں اور چند گھنٹے سبق پڑھ کر گھروں کو واپس آجاتی ہیں ۔

(۱) باجماعت نماز ادا کرنے کے لیے عورتوں کے مسجد میں آنے کو دَورِ صحابہ ہی سے مکروہ سمجھا گیا ، حالانکہ ہمارے اعتبار سے اس وقت جو تغیر آیا ہوگا وہ اقل قلیل ہوگا ، لیکن پھر بھی خیر القرون میں جماعت کے لیے نکلنے کو پسند نہیں کیا گیا ۔ وجہ فتنہ اور اس کا اندیشہ تھا ۔ ہمارے دَور میں تو یہ وجہ کہیں زیادہ پیمانہ پر موجود ہے ۔ چند ایک واقعات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ۔

ہمارے جامعہ مدنیہ ہی کے ایک بزرگ استاذِ حدیث جن کا گھر اور مسجد لڑکیوں کے ایک معروف مدرسہ کے قریب ہے خود اُن کی زبانی ہے کہ ایک مرتبہ مدرسہ کی چند لڑکیاں اُن کے گھر میں آگئیں کہ ان کو کہیں فون کرنا تھا اور چونکہ کہیں اور سے فون نہیں ہو سکا تھا ۔ لہٰذا وہ اُن کے ہاں فون کرنے آگئی تھیں ۔ یہ چیز خود فتنہ نہیں تو اور کیا ہے ؟

(۲) تمام لڑکیوں کو یہ سہولت میسر نہیں ہو سکتی کہ ان کے پاس اپنی سواری ہو یا مدرسہ کی جانب سے سب کے لیے باپردہ سواری کا اہتمام کیا گیا ہو ۔ اور اگر کیا بھی گیا ہو تو وہ اس کے اخراجات کا تحمل بھی کر سکتی ہوں ۔ لہٰذا ایسی بہت سی لڑکیاں بسوں اور ویگنوں میں سفر کریں گی جس میں لامحالہ مردوں سے اختلاط ہوگا ۔ یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے بلکہ مشاہدہ کی بات ہے ۔

(۳) چونکہ عام طور سے ان مدارس میں یہ شرط ہوتی ہے کہ لڑکیاں کم از کم آٹھویں پاس ہوں لہٰذا اس تعلیم کی ابتداء عام طور سے لڑکیوں کی بلوغت کے بعد یا بلوغت کے قریب ہوتی ہے ۔ اب یہ نصاب پانچ چھ سال چلے گا تو پڑھنے پڑھوانے والوں کو ترغیب ہوگی کہ وہ تکمیل تعلیم کی خاطر نکاح کو مؤخر کریں حالانکہ حدیث میں جوڑ ملنے کے بعد دیر کرنے سے واضح طور پر منع کیا گیا ہے ۔

(۴) جو لڑکی پانچ چھ سال روزانہ گھر سے نکل کر مدرسہ جائے گی تو گھر سے باہر نکلنا اس کی عادتِ ثانیہ بن جائے گی ۔ پھر بعد میں اس سے کیونکر توقع کی جا سکے گی کہ وہ گھر میں ٹک کر بیٹھے ۔

(۵) یہ بھی مشاہدہ کی بات ہے کہ بعض لڑکیاں محض وقت گزاری کے لیے مدرسہ میں داخلہ لے لیتی

ہیں۔ وہ خواہ کچھ وقت تعلیم کو بھی دیتی ہوں، لیکن وہ غیر نصابی گفتگو کے لیے وقت اور موقع نکال ہی لیں گی اور پھر یہ بالغ لڑکیاں جنہوں نے پہلے ہی کچھ دُنیا دیکھ رکھی ہے اُن کی گفتگو سے دوسری لڑکیوں پر کیا اثرات پڑ سکتے ہیں۔ اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

اور اگر ایسی لڑکیاں نہ بھی ہوں تب بھی آپس میں مل بیٹھ کر غیر نصابی باتیں کرنے کا موقع ملے گا۔

یہاں اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ یہ خرابیاں تو لڑکوں کے مدارس میں بھی ہوتی ہیں یا ہو سکتی ہیں۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کے درمیان ایک واضح فرق لڑکیوں کی فطری کمزوریاں ہیں، اور ان کا فطری ٹیڑھ پن ہے۔

کل وقتی یا اقامتی مدارس اور اُن کے مفاسد

① زوجین میں فرقت کے بعد نو سال کی عمر کے بعد لڑکی کی پرورش کا حق باپ کو ہوتا ہے اور یہ حق درحقیقت ایک ذمّہ داری پر مبنی ہے جو یہ ہے کہ بچّی کی حفاظت کی ذمّہ داری باپ پر ہے۔ عورت چونکہ اس ذمّہ داری کی اہل نہیں لہٰذا یہ ذمّہ داری مرد یعنی باپ پر ڈالی گئی، عورت یعنی ماں پر نہیں۔

اقامتی مدارس میں چونکہ نگران اور ذمّہ دار عورتیں ہوتی ہیں لہٰذا ان پر ایک ایسی ذمّہ داری ڈالی جاتی ہے جس کا شریعت اُن کو اہل نہیں سمجھتی۔

② لڑکیوں کی فطری کمزوریوں کو پیشِ نظر رکھا جائے تو لڑکیوں کا مستقل اجتماع نامناسب ہے۔

③ عورتوں میں کامل کم ہی ہوتی ہیں۔ اس دَورِ انحطاط میں جہاں مردوں میں کمال کم ہوتا جا رہا ہے وہاں عورتوں میں بھی نقصان بڑھتا جا رہا ہے۔ صحیح تربیت کرنے والی اُستانیاں تو کبریتِ احمر ہیں۔ نتیجتاً اپنی اُستانیوں کی کمزوریوں کو اخذ کر لیں گی اور چونکہ عورتوں کا دیگر صاحب کمال سے ملنا شاذ و نادر ہوتا ہے لہٰذا وہ کمزوریاں ساری عمر کا روگ رہیں گی۔

④ یہاں بھی یہ ترغیب رہے گی کہ تکمیل تعلیم کی خاطر نکاح کو مؤخر کیا جائے۔

دونوں قسموں کے مدارس کے ان مفاسد کے ہوتے ہوئے ہم نہیں سمجھتے کہ کسی بھی طور سے ان مدارس کی حوصلہ افزائی کی جائے بلکہ ضروری ہے کہ ہر اعتبار سے ان کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

بالغ لڑکیوں اور عورتوں کی دینی تعلیم کا متبادل طریقہ

جو متبادل طریقہ ذکر کیا جا رہا ہے یہ وہ اسلم و احوط طریقہ ہے جس پر خیر القرون سے عمل ہوتا چلا آیا ہے۔

وہ یہ ہے کہ اصحاب علم اپنی بچّیوں اور عورتوں کو خود تعلیم دیتے تھے۔ پھر جس کی جتنی استعداد ہوتی تھی وہ اس کے بقدر تعلیم حاصل کرتی تھی۔ فرض تعلیم تو ہر لڑکی اور عورت کو حاصل کرنا ہی ہے۔ اس کے علاوہ عربی زبان کو اور عربی میں دینیات کو سیکھنا سکھانا ہوتا رہا۔ ہم نے خود بعض اہلِ علم حضرات کو اس جانب خُصوصی توجہ کرتے دیکھا، لیکن اس دورِ انحطاط میں اب اس جانب سے بھی غفلت ہونے لگی ہے۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ جہاں دین کے اور شعبوں میں کام ہو رہا ہے اور اہلِ علم حضرات ان میں دلچسپی لے رہے ہیں وہیں اس شعبہ کو بھی ضروری خیال کریں اور اپنی ذمّہ داری اور مسئولیت کو سمجھتے ہُوئے مستقل طور پر کچھ وقت نکال کر اپنے گھر کی عورتوں اور لڑکیوں کو دینی تعلیم دیں اور ہر ایک کی قابلیّت و استعداد اور شوق و دل چسپی کو دیکھتے ہُوئے ان پر محنت کریں۔ آخر یہ کہاں کی دانش مندی ہے کہ دُنیا کو تعلیم دینے کی فکر کریں اور اپنے گھر کے افراد کی تعلیم کو نظر انداز کردیں۔ الاقرب فالاقرب کا قاعدہ پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے۔ ہر سال مدارس سے فارغ ہونے والے طلبہ کی تعداد ہزاروں میں ہوتی ہے۔ یہ سب کے سب یا اُن کی اکثریّت اس طرف توجّہ اور محنت کرے تو علم دین سے مزیّن عورتوں کی ایک بڑی تعداد نظر آنے لگے اور ظاہر ہے کہ ان ہی گھرانوں میں سے عربی علوم حاصل کرنے والی لڑکیوں کی کثیر تعداد بھی نکل آئے گی۔ وہ یہ تفسیر بھی پڑھیں حدیث بھی پڑھیں، فقہ بھی پڑھیں اور اُصول فقہ کی بھی کچھ پہچان حاصل کریں۔ بہت کچھ کام ہوسکتا ہے۔ بس توجہ اور محنت کی ضرورت ہے۔ تھوڑا تھوڑا وقت بھی روزانہ دیتے رہیں تو بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے۔

اسی طرح وہ حضرات جو اگرچہ علماء نہیں، لیکن دین کے ساتھ قلبی و عملی تعلّق رکھتے ہیں خواہ اُن کی وابستگی اہلِ تصوّف سے ہو یا اہلِ علم سے یا تبلیغی جماعت سے اُن کے بڑے ان پر زور دیں کہ وہ خود بھی بُنیادی دینی تعلیم علماء سے حاصل کریں اور اپنے گھر کی عورتوں کو بھی سکھائیں اس کے لیے آدھا گھنٹہ بھی روزانہ دیا جائے تو چند مہینوں میں اُن کی عورتیں بُنیادی تعلیم کے زیور سے آراستہ ہوسکتی ہیں۔

اَب یہ لڑکیاں اور عورتیں آگے پاس پڑوس کی عورتوں اور بچّیوں کو دینی تعلیم سکھانے کی ذمّہ داری لیں۔

حضرت حکیم الامّت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا عورتوں کی تعلیم کے بارے میں قولِ فیصل

عورتوں کو علم دین گھر پر ہی پڑھانا چاہیے: اس کی روح دو امر ہیں ایک یہ کہ ان کو صرف علم دین پڑھایا

جائے۔ دوسرے یہ کہ یہ تعلیم خاص طرز سے متفرق طور پر گھروں میں ہونا چاہیے۔ مدارس کے طرز پر مجتمع طور پر نہ ہونا چاہیے کہ شریعت نے بلا ضرورتِ شدیدہ ان کے اجتماع و خروج عن البیوت (گھروں سے نکلنے) کو پسند نہیں کیا اور واقعات نے بھی اس کے مفاسد ایسے دکھلا دیے کہ بجز متعامی (خود اندھا بننے والے) کے اعمٰی (اندھے) نے بھی اُن کو دیکھ لیا اور راز اس میں یہ ہے کہ اس اجتماع کو جس درجہ نگرانی کی ضرورت ہے وہ عورتوں سے بن نہیں پڑتا کہ وہ خود مستور (پردے میں رہنے والی) اور مردوں کے دخل میں وہ نگرانی پھر کہاں رہی کہ اس نگرانی کا حاصل یہی عدم اختلاط بالرجال (مردوں سے میل جول نہ رکھنا) تو تھا ہی تو نگرانی تو کم اور خروج عن البیت کے بعد مواقع فساد میں وسعت ہو گئی۔

دوسرے معلمہ اگر شریف و متدین و شفیق و ذی اثر و با وجاہت و با رعب ہو تو اس کا نوکر رکھنے کے لیے میسر ہونا قریب بہ محال اور جو نوکر رکھنے کے لیے مل سکتی ہے۔ وہ ان اوصاف سے معرّیٰ جس کی صحبت مردوں سے زیادہ خطرناک ہے" (ص ۵۱، معارف حکیم الاُمّت رحمہ اللہ۔ مولانا ڈاکٹر عبد الحیٔ رحمہ اللہ)

مولانا رحمہ اللہ کے اس قول فیصل سے ہماری بات کو بڑی تائید حاصل ہوئی۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔ مولانا رحمہ اللہ کی ایک اور عبارت ملاحظہ ہو۔

تجربہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ مردوں میں علماء کا پایا جانا مستورات کی دینی ضروریات کے لیے کافی وافی نہیں۔ دو وجہ سے۔ اوّلاً پردہ کے سبب سے سب عورتوں کا علماء کے پاس جانا تقریباً ناممکن ہے اور گھر کے مردوں کو اگر واسطہ بنایا جائے تو بعض مستورات کو گھر کے ایسے مرد بھی میسّر نہیں ہوتے اور بعض جگہ خود مردوں ہی کو اپنے دین کا اہتمام نہیں ہوتا تو دوسروں کے لیے سوال کرنے کا کیا اہتمام کریں گے۔ پس ایسی عورتوں کو دین کی تحقیق دشوار ہے اور اگر اتّفاق سے کسی کی رسائی بھی ہو گئی یا کسی کے گھر میں باپ بیٹا بھائی وغیرہ عالم ہیں تب بھی بعض مسائل عورتیں ان مردوں سے نہیں پوچھ سکتیں۔ ایسی بے تکلّفی شوہر سے ہوتی ہے تو سب شوہروں کا ایسا ہونا عادتاً ناممکن ہے تو عورتوں کی عام احتیاج رفع ہونے کی بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ کچھ عورتیں پڑھی ہوئی ہوں اور عام مستورات ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کیا کریں۔ پس کچھ عورتوں کو متعارف طریقہ سے تعلیم دینا واجب ہوا (کیونکہ) واجب کا مقدمہ (ذریعہ) واجب ہوتا ہے گو بالغیر سہی۔

(ص ۲۶۳، اصلاح خواتین حوالہ اصلاح انقلاب، ص: ۲۶۵، ج: ۱)

(باقی صـ۶۱ پر)

بعض جوابات سے گو اختلاف کیا جاسکتا ہے، لیکن اکثر جواب ایسے ہیں جو بہت سی کتابوں کی ورق گردانی کی مشقّت سے بچا دیتے ہیں۔

ان خطبات میں حضرت کا انداز انتہائی سہل و آسان ہے جسے عام آدمی بھی بڑی آسانی سے سمجھ سکتا ہے اور چونکہ حضرت صوفی صاحب بڑے اور جیّد علماء میں سے ہیں۔ اس لیے ان خطبات میں مواد بھی اس قدر ہے جس سے علماء، طلباء اور عوام سب ہی مستفید ہو سکتے ہیں۔

ان خطبات کا اصل لُطف تو یقیناً وہی اُٹھاتے ہوں گے جو بالمشافہ حضرت کے ارشادات سُنتے ہوں گے، البتّہ دُور دراز کے لوگ جو حضرت کے خطبۂ جمعہ میں شریک نہیں ہو سکتے اُن کے لیے کتابی شکل میں یہ خطبات نعمتِ باردہ سے کم نہیں۔

خُوب صُورت ڈائی دار جلد کے ساتھ مزیّن خطبات کی یہ پہلی جلد انتہائی مناسب نرخ پر مارکیٹ میں دستیاب ہے۔ قارئین ضرور اس سے استفادہ فرمائیں۔ (ن۔ ا)

بقیہ : دارالافتاء

اس عبارت میں یہ الفاظ کہ "... پس کچھ عورتوں کو متعارف طریقہ سے تعلیم دینا واجب ہُوا ..." ان سے کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ متعارف طریقہ سے مُراد مدارس کا طریقہ تعلیم ہے کیونکہ اس کی تو مولانا رحمہ اللہ نے صراحت کے ساتھ نفی فرمادی لہٰذا پڑھائی کا طرز اور نصاب وغیرہ کہ کچھ لڑکیاں کسی حد تک تفصیلی علم حاصل کریں تاکہ دوسری عورتیں ان سے اپنے دین کی ہر قسم کی تحقیقات کر سکیں۔

علاوہ ازیں خود اس کتاب یعنی اصلاح خواتین صفحہ ۲۷۰ پر مولانا رحمہ اللہ کا ایک اور اقتباس مذکور ہے۔

"طریقہ لڑکیوں کی تعلیم کے لیے یہی ہے جو زمانہ دراز سے چلا آتا ہے کہ دو چار لڑکیاں اپنے اپنے تعلقات کے مواقع میں آئیں اور پڑھیں اور حتی الامکان اگر ایسی اُستانی مل جائے جو تنخواہ نہ لے تو یہ تعلیم زیادہ بابرکت ثابت ہوتی ہے اور بدرجہ مجبوری اس کا بھی (یعنی تنخواہ دے کر تعلیم کرانے کا) مضائقہ نہیں اور جہاں کوئی ایسی اُستانی نہ ملے اپنے گھر کے مرد پڑھا دیا کریں۔"

فقط واللہ تعالیٰ اعلم

عبدالواحد